ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 2, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-4

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

خالد توفیق
لیکچرار اردو، گورنمنٹ بوائز انٹر کالج، میرپورہ، نیلم، آزاد کشمیر
ڈاکٹر ندیم اختر
نیسکام ریسرچ سکالر

معاصر اردو ناول میں جنسیت اور ثقافتی گھٹن: خاموش بیانیے کی معنوی تشکیل

Khalid Tofeeq*
Lecturer Urdu, Govt Boys Inter College, Meerpura,Nelum, Azad Kashmir.
Dr.Nadeem Akhtar
Nescom Research Scholar.
***Corresponding Author:** tofeeq.sadiqi241@gmail.com

Sexuality and Cultural Repression in the Contemporary Urdu Novel: The Semantic Construction of a Silent Narrative

This study examines the representation of sexuality within the framework of cultural repression in contemporary Urdu fiction, arguing that sexuality in South Asian societies is less a purely biological phenomenon and more a culturally constructed and regulated discourse. In the context of Urdu novels, cultural norms, religious values, and social conventions play a decisive role in shaping not only the expression of desire but also the limits imposed upon it. Consequently, sexuality often appears in indirect, symbolic, and muted forms, giving rise to what may be termed a "silent narrative."Drawing on theoretical insights from Michel Foucault, Silvia Federici, and Annamarie Jagose, the paper explores how power structures, economic conditions, and shifting notions of identity intersect with cultural constraints to produce layered meanings in literary texts. Contemporary Urdu novelists transform cultural silence into a creative strategy, where repression itself becomes a site of meaning-making. Characters navigate tensions between personal

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 2, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-4

desire and collective norms, and their silences often signify both constraint and subtle resistance.The study concludes that the "silence" surrounding sexuality in Urdu fiction is not merely an absence of expression but a complex narrative mode that encodes cultural conflict, identity formation, and the negotiation of power within a restrictive social milieu.

Key Words: *Contemporary Urdu Novel, Sexuality, Cultural Repression, Silent Narrative, Identity, Power and Discourse.*

انسانی معاشرہ محض افراد کے مجموعے کا نام نہیں بلکہ ایک پیچیدہ تہذیبی نظام ہے، جس میں اقدار، روایات، اعتقادات اور سماجی ضابطے مل کر ایک ایسا ثقافتی ڈھانچہ تشکیل دیتے ہیں جو فرد کے طرزِ احساس و اظہار کو متعین کرتا ہے۔ یہی ثقافتی نظام اس امر کا فیصلہ کرتا ہے کہ کون سا جذبہ قابلِ قبول ہے اور کون سا قابلِ اخفا۔ اس تناظر میں جنسیت اپنی فطری حیثیت کے باوجود ایک ایسا میدان بن جاتی ہے جسے ثقافت اپنے مخصوص معیارات کے مطابق منضبط، محدود اور بعض اوقات مسخ کرتی ہے۔ یوں جنسیت کی اصل معنویت سے زیادہ اس کا ثقافتی تعین (cultural construction) اہم ہو جاتا ہے۔

برصغیر کا معاشرہ، اپنی مذہبی روایت، خاندانی ساخت اور اجتماعی اقدار کے باعث، جنسیت کو ایک حساس اور ممنوع دائرے میں رکھتا آیا ہے۔ یہاں اظہارِ جنسیت کو نہ صرف اخلاقی پیمانوں کے تحت پرکھا جاتا ہے بلکہ اسے سماجی عزت، خاندانی وقار اور تہذیبی شناخت کے ساتھ بھی جوڑ دیا جاتا ہے۔ نتیجتاً فرد کی ذاتی خواہش اور ثقافتی تقاضے کے درمیان ایک ایسا تناؤ پیدا ہوتا ہے جو اکثر اظہار کے بجائے خاموشی، استعارے اور علامت میں پناہ لیتا ہے۔ یہی وہ پس منظر ہے جس میں اردو ناول کا بیانیہ تشکیل پاتا ہے، جہاں بہت کچھ کہا بھی جاتا ہے اور بہت کچھ چھپا بھی رہتا ہے۔

معاصر اردو ناول نگاروں نے اس ثقافتی گھٹن کو محض ایک رکاوٹ کے طور پر نہیں دیکھا بلکہ اسے ایک تخلیقی امکان میں بدل دیا ہے۔ ان کے ہاں خاموشی محض عدمِ اظہار نہیں بلکہ ایک بامعنی بیانیہ حکمتِ عملی ہے، جس کے ذریعے وہ سماج کے جبر، تہذیبی قدغنوں اور داخلی کشمکش کو زیادہ گہرے اور پیچیدہ انداز میں پیش کرتے ہیں۔ یوں جنسیت ایک الگ تھلگ مسئلہ نہیں رہتی بلکہ ثقافت، معیشت اور طاقت کے باہمی رشتوں کے اندر اپنی معنویت تلاش کرتی ہے۔ ناول کے کردار اسی ثقافتی جبر کے زیرِ اثر اپنی شناخت، خواہش اور وجود کے سوالات سے نبرد آزما نظر آتے ہیں، جہاں ان کا سکوت بھی ایک طرح کا اظہار بن جاتا ہے۔

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN(P): 2709-9636 | ISSN(O): 2709-9644
Volume 7, Issue 2, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-4

فکری سطح پر Michel Foucault نے جس "discourse" کی بات کی ہے، وہ دراصل اسی ثقافتی عمل کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کے ذریعے معاشرہ انسانی رویوں کو تشکیل دیتا اور ان پر اختیار قائم کرتا ہے۔ اسی طرح Silvia Federici کے ہاں جنسیت کا معاشی ڈھانچوں سے تعلق اور Annamarie Jagose کے نزدیک شناخت کی تغیر پذیری، اس امر کو مزید واضح کرتی ہے کہ جنسیت کو محض حیاتیاتی حقیقت کے طور پر نہیں بلکہ ایک ثقافتی و سماجی تشکیل کے طور پر سمجھنا ضروری ہے۔ چنانچہ معاصر اردو ناول میں جنسیت کا مطالعہ دراصل اس ثقافتی نظام کی تفہیم کا ذریعہ بنتا ہے جو اظہار کو محدود کرتے ہوئے بھی نئے معنی پیدا کرتا ہے۔

زیرِ نظر مضمون میں معاصر اردو ناول کے منتخب متون کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ واضح کیا جائے گا کہ کس طرح ثقافتی گھٹن کے ماحول میں جنسیت ایک خاموش مگر گہرا بیانیہ اختیار کرتی ہے۔ یہ خاموشی نہ صرف تہذیبی جبر کی علامت ہے بلکہ ایک subtle مزاحمت بھی ہے، جو فرد کی داخلی دنیا، اس کی شناخت اور اس کے وجودی کرب کو ایک نئی معنویت عطا کرتی ہے۔

ادیب سماج کے کسی پہلو کو سماج کے رکن کی حیثیت سے دیکھ کر سماج کے محدود و مقید اصولوں کی لڑی میں پرو کر بیان کر دیتا اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سماج کے کسی پہلو کو انصاف کی عینک سے دیکھ کر، سچ کی چھانی سے چھان کر بغاوت کی اونچی کھونٹی پر لٹکا دینا تا کہ سب دیکھ سکیں۔ اکیسویں صدی کے ناول نے ایسی ہی کروٹ لی ہے کہ وہ تمام پہلو عوام کی عدالت میں لا کر کھڑے کر دیے ہیں جن کو سماج کے نام نہاد مہذب لوگ چوری چھپے عمل میں تو لاتے تھے مگر صفحہ قرطاس پر لانے سے گریزاں تھے۔ اکیسویں صدی کے ناول کے حوالے سے منصور خوشتر لکھتے ہیں:

> ”اکیسویں صدی کے میں اردو ناول نے کروٹ ضرور لی ہے۔ تازہ بہ تازہ مضامین سے ناول کے مستقبل کی وضاحت سامنے آئی ہے اور امکانات بھی روشن ہوئے ہیں۔ لیکن معاصر اور ناول کے پس منظر میں کئی سوالات و مسائل بھی سامنے آ کھڑے ہوئے ہیں۔ مثلاً نال کی تفہیم، ناول میں تاریخی حسیت و عناصر کی شمولیت، صحافت اور ادب کے انسلاکات، ناول پر سنجیدہ مکالمہ، بڑھتی ضخامت اور گم ہوتے قارئین“۔(۱)

ناول میں زندگی کو مکمل طور پر دیکھنے کی کوشش کی جاتی ہے اور زندگی کے پیچ و تاب اور نشیب و فراز کبھی سادہ اور کبھی علائم و رموز کی زبان میں بیان کر دیے جاتے ہیں۔ رحمن عباس عصر حاضر کے ان ناول نگاروں میں سے

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 2, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-4
ماخذ تحقیقی مجلہ

ایک ہیں جن کی تحریریں جہاں آسان زبان لیے ہوئے ہیں وہاں جنسیت جیسے موضوع کی کتاب میں پنہاں ہو کر زندگی و موت، روح و جسم، فلسفہ و حقیقت اور انفرادی اور مجموعی گتھیوں کو سلجھاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

رحمن عباس مہاراشٹر کے اس ثقافتی و لسانی ماحول سے تعلق رکھتے ہیں جس نے ان کی فکری تشکیل اور ادبی اسلوب پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ ممبئی جیسے کثیر الثقافتی، مذہبی تنوع اور معاشی سرگرمیوں سے بھرپور شہر میں ان کی پرورش اور تعلیم نے ان کے فکشن کو ایک ایسے بیانیاتی تنوع سے آشنا کیا جس میں زبان محض اظہار کا ذریعہ نہیں بلکہ ثقافتی تجربے کی حامل بن جاتی ہے۔ ان کے ہاں ممبئی کی شہری زندگی اس کے بازار، روزگار، مذہبی مقامات، سمندری منظر نامے اور انسانی میل جول محض پس منظر نہیں بلکہ ایک فعال ثقافتی متن کی صورت اختیار کر لیتے ہیں جو کرداروں کی نفسیاتی اور وجودی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔

ان کے ناول روحزن میں یہ شہری و ثقافتی تناظر ایک نہایت پیچیدہ بیانیاتی صورت اختیار کرتا ہے۔ بظاہر یہ ناول روح، جسم اور خواہش کے باہمی تعلق کو موضوع بناتا ہے، لیکن درحقیقت یہ ایک ایسے معاشرتی و ثقافتی نظام کی عکاسی کرتا ہے جہاں انسانی تجربہ مسلسل جبر، مشاہدے اور داخلی اضطراب کے درمیان منقسم رہتا ہے۔ ناول کا مرکزی تصور "روحزن" دراصل اس داخلی کرب کی طرف اشارہ کرتا ہے جو ثقافتی تجربے، خاص طور پر خاندانی و جنسی مناظر کے مشاہدے سے جنم لیتا ہے اور رفتہ رفتہ فرد کی نفسیاتی ساخت کو متاثر کرتا ہے۔

رحمن عباس کا اسلوب اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ وہ ممبئی کی تہذیبی کثرت، مذہبی تنوع (ہندو، مسلم، بدھ، جین، عیسائی، سکھ، پارسی اور یہودی برادریوں) اور شہری زندگی کی پیچیدگیوں کو ایک زندہ ثقافتی متن کے طور پر پیش کرتے ہیں، جہاں ہر کردار اپنی شناخت کو ایک وسیع تر سماجی تناظر میں تلاش کرتا ہے۔ اس تنوع کے اندر جنسیت، خواہش اور اخلاقی کشمکش ایک خاموش مگر مسلسل جاری بیانیے کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

یوں روحزن محض ایک داستان نہیں بلکہ ایک ایسے ثقافتی نظام کی نمائندگی ہے جہاں فرد کی داخلی دنیا اور خارجی سماج کے درمیان مسلسل تناؤ موجود رہتا ہے، اور یہی تناؤ معاصر اردو ناول میں "خاموش بیانیے" کی معنوی تشکیل کو واضح کرتا ہے۔ رحمن عباس کی ناول نگاری کی انفرادیت کے حوالے سے ڈاکٹر منصور خوشتر لکھتے ہیں:

"رحمان عباس نے ناول کے فن اور اردو ناول کی تنقید کے ایسے پر روشنی ڈالی ہے۔ بہت سی روایتی باتوں کو انہوں نے رد کیا ہے اوراردو انگریزی کے ناولوں کے پس منظر میں

ISSN(P): 2709-9636 | ISSN(O): 2709-9644
Volume 7, Issue 2, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-4

سماج، اخلاقیات، مستحکم روایت، نئی صورت گری، جذباتی، جنسی گتھیوں کی تہہ در تہہ پھیلی دنیا اور رشتوں کی مبہم کیفیتوں کو گرفت میں لیتے ہوئے سچائی کی آئینہ داری کی ہے۔"(۲)

رحمن عباس مہاراشٹر سے تعلق رکھتے ہیں اور ممبئی شہر میں تعلیم حاصل کی ہے۔ جتنا قریب سے مہاراشٹری زندگی کو انہوں نے دیکھا ہے اس کے اثرات ان کی تحریروں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ زبان کا استعمال جگہوں کے نام، اشخاص کے نام، کھانوں کی فہرست، روز گار، میل جول، شغل اشغال، ممبئی شہر کی کاروباری زندگی، ممبادیوی کا مندر، حاجی شاہ درلی کا مزار اور سمندر کا رویہ ان سب باتوں کو رحمن عباس نے اس خوبصورتی سے بیان کیا ہے جیسے ایک مضبوط حافظے کا مالک شخص اپنی آپ بیتی سناتا ہے۔ "روحزن" ناول کے نام کو دیکھ کر فوری طور پر احساس ہوتا ہے کہ شاید روح کی کوئی بات ہو رہی ہے اور روح بھی وہ ہے جو ململ کے کپڑے کی روح باریک اور نرم نازک مگر بیری جیسے کانٹے دار درخت سے پارا پارا ہو کر آئی ہے۔ رحمن عباس کی زبانی سنتے ہیں "روحزن کے بارے میں وہ کیا کہتے ہیں:

"مجامعت روحزن کا ایک آسان علاج ہے۔ چور بازار میں عمر دراز شخص نے "کتاب الحکمت بین الآفاق" سے ایک مختصر جملے کو بہ آواز بلند ادا کیا۔ پھر وضاحت کرتے ہوئے اس نے صوفی صورت آدمی سے کہا کہ والدین میں سے کسی ایک یا دونوں کی کسی اور سے جنسی وابستگی کو اگر بچہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے، تو یہ منظر اس کی روح کو پر حزن کر دیتا ہے۔ یہ حزن روح میں چھید کر دیتا ہے۔ چھید کا رقبہ وقت کے ساتھ بڑھتا جاتا ہے۔ یہ خالی رقبہ اپنے خالی پن کے سبب روح کا ایک مرض بن جاتا ہے۔ اس مرض کا آزمودہ اور آسان علاج انبساط جماع ہے۔"(۳)

معاصر اردو ناول میں جنسیت کے اس پیچیدہ بیانیے کو نمایاں کرتا ہے جہاں جسمانی تجربہ اپنی سادہ حیاتیاتی صورت سے نکل کر ایک ثقافتی، نفسیاتی اور علامتی مسئلہ بن جاتا ہے۔ یہاں "روح" محض ایک روحانی استعارہ نہیں بلکہ اس ثقافتی نظام کی علامت ہے جس میں فرد کا مشاہدہ، تجربہ اور شعور مسلسل سماجی دباؤ کے تحت تشکیل پاتا ہے۔ اس متن میں سب سے اہم پہلو "نظر (gaze)" کا ہے بچہ جب والدین کے جنسی تعلق کو دیکھتا ہے تو یہ لمحہ صرف ایک ذاتی تجربہ نہیں رہتا بلکہ ثقافتی اخلاقیات کے تصادم کا نقطہ بن جاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں جنسیت

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 2, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-4
ماخذ تحقیقی مجلہ

"خاموش صدمے (silent trauma)" میں بدل جاتی ہے۔ یہ خاموشی دراصل اس بات کی علامت ہے کہ ثقافت بعض تجربات کو بیان سے خارج کر دیتی ہے، مگر انہیں انسانی شعور سے حذف نہیں کر سکتی۔

یہی وہ نکتہ ہے جسے Michel Foucault اپنے نظریۂ جنسیت میں واضح کرتے ہیں کہ جنسیت ایک "discourse" ہے جو طاقت اور سماجی اداروں کے ذریعے تشکیل پاتی ہے۔ اس اقتباس میں بھی جنسیت کسی آزاد جذبے کے طور پر نہیں بلکہ ثقافتی نظم کے اندر ایک "کنٹرول شدہ تجربے" کے طور پر سامنے آتی ہے۔ اسی طرح "روح میں چھید" اور "خالی رقبہ" جیسے استعارے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ثقافتی جبر صرف خارجی سطح پر نہیں ہوتا بلکہ داخلی سطح پر ایک مستقل نفسیاتی خلا پیدا کرتا ہے۔ یہ تصور Silvia Federici کے اس مؤقف سے ہم آہنگ ہے کہ جسم اور خواہش ہمیشہ سماجی و معاشی ڈھانچوں کے اندر تشکیل پاتے ہیں، اور ان کا اثر فرد کی داخلی ساخت تک پھیل جاتا ہے۔

مزید برآں، "انبساط جماع بطور علاج" ایک paradox پیدا کرتا ہے یعنی جس عمل کو ثقافت ایک ممنوع تجربہ بناتی ہے، وہی عمل اس کے زخم کا حل بھی پیش کرتا ہے۔ یہ تضاد دراصل معاصر اردو ناول میں جنسیت کے اس بیانیے کو ظاہر کرتا ہے جہاں اظہار اور خاموشی ایک دوسرے میں مدغم ہو جاتے ہیں۔ ممبئی شہر کی مالکن اور رکھوالی ممبا دیوی ایک خواب میں اسرار کو ممبئی کا یوں تعارف کرواتی ہیں:

> "مجھے اس بات کا احساس ہے کہ تم یہاں کے نہیں ہو، یہاں تمھیں ڈر لگ رہا ہوگا اور تم یہاں سے باہر جانا چاہتے ہو۔ عورت نے کہا۔ 'ہاں لیکن یہ تو بتائیے، آپ کون ہو؟ اسرار نے پوچھا۔ 'میرا نام ممبا ہے۔ مجھے جزیروں، سمندروں اور جنگل کے سارے بھید معلوم ہیں۔ جب یہاں کا کوئی باسی کسی خواہش میں گرفتار ہو کر کسی کو یہاں لے آتا ہے تو اس کو یہاں سے باہر میں ہی پہنچاتی ہوں۔' ممبا نے اطمینان سے اسے سمجھایا۔"[۴]

روحزن میں ممبئی شہر محض ایک پس منظر نہیں بلکہ ایک فعال ثقافتی و سماجی متن کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے جو کرداروں کی نفسیاتی اور اخلاقی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ اسرار کی کہانی اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ فرد جب ایک ایسے کثیر الثقافتی مگر داخلی تضادات سے بھرپور شہر میں داخل ہوتا ہے تو اس کی "روح" محض ذاتی تجربے کا استعارہ نہیں رہتی بلکہ ایک اجتماعی ثقافتی دباؤ کی علامت بن جاتی ہے۔ ممبئی کی فضا، جہاں مختلف مذاہب، طبقے اور سماجی رویے ایک ساتھ موجود ہیں، فرد کے داخلی توازن کو مسلسل متاثر کرتی ہے، اور یہی وہ نکتہ ہے

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 2, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-4

جہاں ثقافت، خواہش اور شناخت ایک پیچیدہ بیانیے میں مدغم ہو جاتے ہیں۔ اسرار اور محمد علی کے کردار اس حقیقت کو نمایاں کرتے ہیں کہ ثقافتی ماحول میں "روح کے زخم" اور "جسمانی لذت" کے درمیان ایک مسلسل کشمکش جاری رہتی ہے، جہاں جسم محض خواہش کا وسیلہ نہیں بلکہ ایک سماجی پل (bridge) بن کر سامنے آتا ہے۔ Silvia Federici کے نظریے کی روشنی میں یہ کشمکش اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ جسم اور خواہش ہمیشہ سماجی و معاشی ڈھانچوں کے اندر معنی اختیار کرتے ہیں، جبکہ Michel Foucault کے مطابق یہ تمام تجربات ایک ایسے "discourse" کا حصہ ہیں جو طاقت اور ثقافت کے ذریعے فرد کو تشکیل دیتا ہے۔ یوں ممبئی کا شہر اس ناول میں ایک ایسے علامتی میدان کے طور پر سامنے آتا ہے جہاں مذہبی تنازعات، سیاسی کشمکش، جنسی تجربات اور اخلاقی بحران مل کر انسانی وجود کو ایک مسلسل "خاموش بیانیے" میں بدل دیتے ہیں، جس میں اظہار کم اور ثقافتی دباؤ زیادہ بولتا ہے۔

روحزن کے بیانیے میں انسانی تجربہ صرف موت یا جسمانی سانحے تک محدود نہیں رہتا بلکہ بعض اوقات ایسے ثقافتی اور خاندانی واقعات بھی فرد کی داخلی ساخت کو اس طرح متاثر کرتے ہیں کہ وہ "روحی زخم" کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ زخم بظاہر نظر نہیں آتا مگر اپنی معنوی شدت میں موت سے بھی زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ شانتی کا کردار اسی خاموش مگر شدید نفسیاتی صدمے کی نمائندگی کرتا ہے، جہاں ایک معصوم اسکول گوئنگ بچی ہونے کے باوجود وہ رشتوں کے ظاہری خلوص اور ان کے پس پردہ تضادات کو محسوس کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس کے تجربے میں جنسیت کوئی شعوری یا جسمانی حقیقت نہیں بلکہ ایک غیر مستقیم ثقافتی اثر ہے جو خاندانی تعلقات کے اندر چھپے ہوئے تضادات سے جنم لیتا ہے۔

شانتی ایک دن بریک ٹائم سکول سے گھر واپس آئی تو گھر کا دروازہ بند تھا اسے یاد آیا کہ دادی اور ابو تو صبح ہی ساتھ والے گاؤں چلے گئے تھے ممکن ہے امی بھی کسی کے گھر گئی ہوں، مگر وہ حیران تھی کہ دروازہ اندرونی طرف سے مقفل ہے۔ اس نے طرف سے لگی ہوئی سیڑھی پر چڑھ کے ایک چھید سے دیکھا تو اس کی ماں اپنے ہمسائے شیو سیناشا کھاپر کھ کے ساتھ ناقابل بیان حالت میں تھی۔ شانتی بہت حیرائی ہوئی کہ ماں میرے باپ کی کمائی کھاپی کر بھی اس کے ساتھ بے وفائی کر رہی ہے۔ یہ ایسے زخم تھے جس نے شانتی کی روح کو گھائل کر دیا اور وہ یہ بات سوچنے پر مجبور ہوئی کہ دادی جو میری ماں کو گالیاں دیتی ہیں وہ صرف گالیاں نہیں بلکہ حقیقت ہے۔(۵)

شانتی اپنی روح پر لگنے والے زخم اور ماں اور باپ سے محبت کے پستی رہی اور اسے اس بات کا تو اندازہ تھا کہ اگر اس نے ابا سے بات کی تو وہ ماں کو گھر سے نکال دے گا اور اس طرح وہ ماں کی محبت سے محروم ہو جائے

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 2, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-4

ماخذ تحقیقی مجلہ

گی۔ شانتی نے اس دکھ کو سینے سے لگا کر حافظے کے تعویذ میں پرو کر روح کی الماری میں محفوظ کر لیا اور اسی تعویذ کا اثر تھا جس نے شانتی کو اپنے ماموں کے اشوک کے بستر پر پہنچا دیا اور وہاں سے جسم فروشی کے اڈے پر پہنچا دیا۔ شانتی کو اس بات کا یقین تھا کہ روح کے داغوں کو جسم ہی دھو سکتا ہے۔

روحزن میں روح اور جسم کا تعلق ایک روایتی اخلاقی یا مذہبی تصور کے بجائے ایک داخلی تضاد اور ثقافتی کشمکش کے طور پر سامنے آتا ہے۔ متن میں روح کو ایک رہنما قوت کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو جسم کے فیصلوں کو منظم کرتی ہے، مگر جب یہی روح خود ثقافتی صدمات، خاندانی زخموں اور داخلی انتشار سے داغدار ہو جائے تو اس کی اخلاقی مرکزیت کمزور پڑ جاتی ہے۔ نتیجتاً جسم اپنی خواہشات اور تجربات کے مطابق ایک آزاد مگر بے سمت راستہ اختیار کرنے لگتا ہے، جہاں سکون کی تلاش شراب، جسمانی تعلق یا دیگر وقتی تسکینوں میں ڈھل جاتی ہے۔ یہ صورتِ حال معاصر اردو ناول میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ ثقافتی گھٹن صرف بیرونی پابندی نہیں بلکہ داخلی اخلاقی نظام کو بھی متاثر کرتی ہے۔

یوسف کا کردار اسی داخلی شکست وریخت کی نمائندگی کرتا ہے، جہاں بچپن کا صدمہ اور خاندانی محرومیاں اس کی نفسیاتی ساخت کو بدل دیتی ہیں۔ اگرچہ وہ عملی زندگی میں خود کو منظم کرنے اور معاشی طور پر مستحکم ہونے کی کوشش کرتا ہے، مگر اس کی داخلی دنیا ایک مستقل عدم توازن کا شکار رہتی ہے۔ Silvia Federici کے نظریے کے مطابق یہ کیفیت اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ جسم اور خواہش ہمیشہ سماجی و معاشی تجربات کے اثر میں رہتے ہیں، جبکہ Michel Foucault کے مطابق یہ داخلی انتشار بھی ایک ایسے ثقافتی "discourse" کا حصہ ہے جو فرد کی اخلاقی اور نفسیاتی تشکیل کو متعین کرتا ہے۔ یوں یوسف کا تجربہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ روح کی کمزوری دراصل ثقافتی اور سماجی جبر کا وہ نتیجہ ہے جو جسم کو اپنی مرضی کے راستے اختیار کرنے پر مجبور کر دیتا ہے، اور یہی معاصر اردو ناول میں "خاموش بیانیے" کی ایک اہم جہت ہے۔

> "چند روز بعد اس نے سرکاری کلرک کو رشوت دے کر جعلی برتھ سرٹیفکیٹ بنالیا۔ ماں نے آرام سے اپنی زندگی گزاری، کبھی اُس آدمی کا ذکر نہیں کیا جو اس کا باپ تھا۔ جب یوسف پندرہ سال کا ہوا تب ممبئی میں ملیریا کی وبا پھیلی تھی اس وبا میں اس کی ماں بخار میں مبتلا ہوئی اور تیسرے دن فوت ہو گئی۔ تدفین کے لیے پالن پور سے آنے والے رشتہ داروں میں اس کا باپ بھی شامل تھا۔ وہ لوگوں سے پوچھتا رہا کہ تفسیر روح المعانی کہاں ہے۔ ممبئ

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 2, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-4

میں اس کے ماموں کے پڑوسی اور رشتے دار اس نام سے واقف نہیں تھے۔ چنانچہ ہر کسی نے خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔"(۲)

روحزن کے ان کرداروں کے مطالعے سے یہ حقیقت مزید واضح ہوتی ہے کہ ناول میں فرد کی اخلاقی اور نفسیاتی شکست محض ذاتی کمزوری نہیں بلکہ ایک گہرے خاندانی اور ثقافتی نظام کے بکھراؤ کا نتیجہ ہے۔ یوسف اور دیگر کرداروں کی زندگی اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب ابتدائی تربیت، والدین کا استحکام اور سماجی تحفظ کمزور ہو جائیں تو فرد کی داخلی دنیا ایک مسلسل عدم توازن کا شکار رہتی ہے، جہاں روح پر لگے ہوئے زخم وقت کے ساتھ مندمل ہونے کے بجائے مزید گہرے ہوتے جاتے ہیں۔ اس تناظر میں یوسف کا بعد ازاں شیطانی گروہ کی طرف مائل ہونا اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ ثقافتی گھٹن اور جذباتی محرومی فرد کو اخلاقی سرحدوں سے دور لے جا سکتی ہے، جہاں وہ گناہ اور ثواب کے روایتی تصورات سے بھی لاتعلق ہو جاتا ہے۔

یہی وہ نکتہ ہے جہاں Michel Foucault کا نظریۂ طاقت و علم اور Silvia Federici کا جسم و معیشت سے متعلق تصور ایک ساتھ سمجھ میں آتا ہے کہ جسم محض جسمانی وجود نہیں بلکہ سماجی و ثقافتی اثرات کا حامل ایک ایسا میڈیم ہے جو روح کے زخموں کو یا تو سہارا دیتا ہے یا مزید گہرا کر دیتا ہے۔ اسی لیے ناول میں جسم کو ایک "ثالث" اور "قلعہ" کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جو روح کی ٹوٹ پھوٹ کے مقابلے میں وقتی تسکین فراہم کرتا ہے۔ روحزن کے اس بیانیے میں اسرار کا مس جمیلہ کے ذریعے جسمانی لذت کا تجربہ بھی اسی داخلی بحران کی ایک صورت ہے، جہاں جسمانی تسکین دراصل روح کے کرب سے وقتی فرار کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ تاہم یہ فرار مستقل حل نہیں بلکہ ایک اور سطح کا تضاد پیدا کرتا ہے، کیونکہ روح اور جسم کا یہ بظاہر توازن دراصل ایک غیر مستحکم بیانیہ ہے جو مسلسل ٹوٹتا اور دوبارہ بنتا رہتا ہے۔

مذکورہ بالا تمام کردار اس بات کی نمائندگی کرتے ہیں کہ معاصر اردو ناول میں جنسیت، جسم اور خواہش کسی انفرادی یا اخلاقی مسئلے کے بجائے ایک وسیع ثقافتی گھٹن اور نفسیاتی انتشار کا نتیجہ ہیں، جہاں "خاموش بیانیہ" ہی وہ ذریعہ بنتا ہے جس کے ذریعے فرد کی ٹوٹی ہوئی داخلی دنیا کو معنی دیے جاتے ہیں۔

فلسفۂ حیات کے تناظر میں جنس کو بقائے ذات اور افزائشِ نسل کی ایک بنیادی فطری ضرورت کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے، جیسا کہ Sigmund Freud نے بھوک کے بعد اسے انسانی زندگی کی اہم ترین ضرورت قرار دیا۔ تاہم انسانی معاشرہ محض فطری تقاضوں پر قائم نہیں بلکہ ایک منظم ثقافتی و اخلاقی نظام کے تحت تشکیل پاتا ہے، جہاں

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 2, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-4
ماخذ تحقیقی مجلہ

جنس کو مختلف حدود و قیود کے ذریعے منضبط کیا جاتا ہے۔ یہی ثقافتی ضابطے دراصل اس بات کا تعین کرتے ہیں کہ کون سا اظہار جائز ہے اور کون سا ممنوع۔ جب ان حدود سے تجاوز ہوتا ہے تو نہ صرف اخلاقی اقدار متاثر ہوتی ہیں بلکہ سماجی توازن بھی بگڑ جاتا ہے۔ اس تناظر میں جنس اپنی فطری حیثیت سے نکل کر ایک ثقافتی مسئلہ بن جاتی ہے، جس کا اظہار اکثر براہِ راست کے بجائے دبے ہوئے، علامتی اور خاموش بیانیے میں ہوتا ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جہاں معاصر اردو ناول میں جنسیت ایک "خاموش معنوی تشکیل" کے طور پر سامنے آتی ہے، جو ثقافتی گھٹن کے زیرِ اثر نئی تعبیرات اختیار کرتی ہے۔

> "فرائڈ تہذیبی ارتقا کو انسان کے جبلی رجحانات کا دشمن خیال کرتا ہے۔ اس کی رائے میں ان کی تشفی ہی زندگی کی اصل غایت ہے اُس کے اصول لذت کی رو سے جنسی میلانات کی راست تسکین سے آسودگی حاصل ہو سکتی ہے مگر وہ یہ بھول گیا کہ ایسی آسودگی آئین معاشرت کی عصمت دری کے بغیر ممکن نہیں۔ وہ تہذیب و تمدن کا محض اس لیے مخالف ہے کہ اُن کی بنیاد جبلی تشفیوں کے سنیاس اور جنسی خواہشوں کے فاقے پر رکھی گئی ہے۔ یعنی تہذیب مرد و عورت کے آزاد جنسی تعلقات پر اس لیے قیود عائد کرتی ہے کہ اُن کی ذہنی توانائی کو جنسیت سے بچا کر تہذیبی مطالبات کی تکمیل میں لگا دے"۔ (۷)

اردو ناول میں پدرسری نظام کی نمائندگی کے ضمن میں رولاک ایک اہم متن کے طور پر سامنے آتا ہے، جہاں جنسیت محض فطری تقاضا نہیں بلکہ ایک واضح ثقافتی و معاشی طاقت کے نظام کے تحت منظم دکھائی دیتی ہے۔ ناول میں مرد کا کردار اپنے لیے متعدد عورتوں کے انتخاب کو جائز سمجھتا ہے، جبکہ اپنی بیوی کو اظہارِ رائے کے حق سے بھی محروم رکھتا ہے۔ یہ صورتِ حال اس حقیقت کو آشکار کرتی ہے کہ جنس کی تقسیم دراصل ثقافتی روایت سے زیادہ ایک اقتصادی برتری سے جڑی ہوئی ہے، جہاں مرد اپنی معاشی حیثیت کو بنیاد بنا کر گھر کو اپنی "سلطنت" اور خود کو اس کا حاکم تصور کرتا ہے۔ اس تناظر میں عورت کی حیثیت ایک محکوم وجود کی رہ جاتی ہے، جس پر نہ صرف سماجی پابندیاں عائد ہوتی ہیں بلکہ جسمانی تشدد کو بھی ایک جائز اختیار کے طور پر برتا جاتا ہے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں Silvia Federici کے نظریات مدد دیتے ہیں، جو اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ جنس اور جسم ہمیشہ معاشی و سماجی ڈھانچوں کے زیرِ اثر تشکیل پاتے ہیں۔ یوں رولاک میں عورت کی خاموشی

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 2, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-4

ماخذ تحقیقی مجلہ

محض بے بسی نہیں بلکہ ایک ایسا "خاموش بیانیہ" بن جاتی ہے جو ثقافتی گھٹن، معاشی عدم توازن اور طاقت کے عدم مساوات کو بے نقاب کرتا ہے:

"پھر انہوں نے اماں کے چہرے پر دوزور دار تھپڑ لگائے اور کڑک دار لہجے میں انھیں چند کراری گالیاں دیتے ہوئے اسی وقت اوپر کی منزپر جانے کا حکم دیا۔ان کے انکار پر بابا نے انھیں زور سے دھکادیا تو نیچے گرتے ہوئے اماں کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکلی۔حسینہ کو فرار ہونے کا موقع مل گیا۔۔۔اماں زینے کے قریب پڑی سسک رہی تھیں۔بابا انھیں سر کے بالوں سے پکڑ کرزبردستی کھینچتے ہوئے زینے کی سیڑھیوں پر گھسیٹتے ہوئے اوپر کی طرف لے گئے۔اس دوران اماں کا جسم سیڑھیوں پر بری طرح گھسٹتا رہا"۔ (۸)

معاصر اردو ناول میں جنسی تشدد کی صورتیں محض فردی انحراف نہیں بلکہ ایک وسیع سماجی و ثقافتی بگاڑ کی علامت کے طور پر سامنے آتی ہیں۔ کرک ناتھ میں محمد حفیظ خان نے مردانہ جنسی درندگی کو نہایت شدت اور تنوع کے ساتھ پیش کیا ہے، جہاں طاقت، دھمکی اور استحصال ایک منظم رویے کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ماہین کا کردار اس جبر کا شکار بنتا ہے، جہاں محبت کے نام پر اسے دھوکہ دیا جاتا ہے اور اس کی نجی زندگی کو بلیک میلنگ کے ذریعے کنٹرول کیا جاتا ہے۔نوید کا رویہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ جدید ٹیکنالوجی بھی پدرسری نظام کے ہاتھ میں ایک ہتھیار بن جاتی ہے، جو عورت کی عزت اور شناخت کو مجروح کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

مزید برآں، ہوٹل کا منظر اس جنسی جبر کو ایک اجتماعی رویے میں تبدیل کر دیتا ہے، جہاں ایک فرد نہیں بلکہ پورا سماجی ڈھانچہ عورت کے استحصال میں شریک نظر آتا ہے۔ یہاں طاقت کا توازن مکمل طور پر مرد کے حق میں جھک جاتا ہے، اور عورت کی مزاحمت بے اثر ہو کر رہ جاتی ہے۔Michel Foucault کے تصورِ طاقت کے مطابق یہ عمل اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ جنسیت محض ذاتی عمل نہیں بلکہ ایک ایسا "discourse" ہے جس کے ذریعے طاقت اپنے اثرات قائم رکھتی ہے۔یوں ماہین کی خاموشی اور بے بسی معاصر اردو ناول میں "خاموش بیانیہ" کی ایک شدید اور المناک شکل اختیار کر لیتی ہے، جہاں ثقافتی گھٹن عورت کے وجود کو مکمل طور پر محصور کر دیتی ہے۔:

"ماہین اپنے آپ کو بچانے کے لیے اُس کے سامنے ہاتھ جوڑنے لگی تھی۔بات ہے نصیب کی۔۔۔تو اس کے نصیب میں نہیں تھی کہ جو تجھے پیسے دے کر یہاں لایا تھا۔۔۔تو ہے میرے نصیب میں کہ سب کچھ مجھے دے گی تو پھر باہر جائے گی۔۔۔میرے سامنے ہاتھ نہ

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 2, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-4

> جوڑ۔۔۔میں تیرا مقدر ہوں۔۔۔اُتار یہ سب کچھ۔طیفے نے ایک جھٹکے سے اس کے بدن سے لپٹا ہوا لباس اُتار کر پھینک دیا۔ نہیں خدا کے لیے نہیں، جو تم مجھے سمجھ رہے ہو میں وہ نہیں ۔۔۔مجھے تو آج تک کسی مرد نے چھوا تک نہیں ،مجھے برباد نہیں کرو جانے دو مجھے!!!ماہین بسر پر پڑی اپنی برہنگی چھپانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔۔۔لگ بھگ دو گھنٹے کے بعد طیفے نے ماہین کو ہوٹل کے گودام سے متصل عقبی دروازے سے باہر نکالا تو اس کے لیے اپنی ٹانگوں پر کھڑا ہونا دوبھر ہو رہا تھا۔اُس نے ماہین کے جسم کو برتا نہیں بلکہ کچل کے رکھ دیا تھا"۔ (۹)

جنسیت بلاشبہ ایک فطری عمل ہے، تاہم اس کا اظہار ہمیشہ ایک مخصوص ثقافتی، اخلاقی اور سماجی نظام کے اندر منظم ہوتا ہے۔ جب یہ عمل قبل از وقت یا غیر متعین طریقوں سے نمودار ہوتا ہے تو اس کے پس پشت بعض اہم عوامل کارفرما ہوتے ہیں، جن میں ماحول اور مواد بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ گھر کا ماحول بالخصوص والدین اور قریبی افراد کے رویے بچے کی ابتدائی نفسیاتی و جنسی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، جبکہ تعلیمی ادارے اور سماجی میل جول اس تشکیل کو مزید پیچیدہ بنا دیتے ہیں۔ دوسری طرف جدید ٹیکنالوجی اور ڈیجیٹل ذرائع کے ذریعے دستیاب مواد، خصوصاً فحش مناظر اور برہنہ تصاویر، نوعمر ذہن کو ایسی سمتوں میں لے جا سکتے ہیں جو اس کی فطری نشوونما کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہیں۔

یہ تمام عوامل دراصل اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ جنسیت محض ایک فطری جبلت نہیں بلکہ ایک تشکیلی (constructed) تجربہ ہے، جو ثقافتی ماحول، تربیت اور دستیاب مواد کے زیرِ اثر پروان چڑھتا ہے۔ اسی تناظر میں Michel Foucault کا تصورِ "discourse" یہ واضح کرتا ہے کہ جنسیت کا اظہار سماجی طاقت اور علم کے نظام کے اندر متعین ہوتا ہے، جبکہ خاندانی و معاشرتی غفلت اس اظہار کو بے راہ روی کی طرف بھی دھکیل سکتی ہے۔ یوں معاصر اردو ناول میں جنسیت کا بیانیہ اکثر ان ہی بگڑے ہوئے یا دبے ہوئے تجربات کی عکاسی کرتا ہے، جو براہِ راست بیان کے بجائے ایک "خاموش بیانیہ" کی صورت اختیار کر لیتے ہیں، اور ثقافتی گھٹن کے اندر اپنی معنویت پیدا کرتے ہیں۔۔ڈاکٹر محمد آصف جاہ اپنی کتاب "بچپن، لڑکپن اور بھولپن" میں والدین کی لاپرواہی اور فحش لٹریچر کے نوعمر بچوں پر اثرات اور ان سے پیدا ہونے والے مسائل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مذکورہ بالا بات کی یوں تصدیق کرتے ہیں:

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 2, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-4

> ”ہمارے ملک میں نوبالغ بچوں کے مسائل بہت سی وجوہات کی بنا پر بہت حد تک بڑھ گئے ہیں۔ دوسری وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ نوجوان اپنے مسائل کا اظہار اپنے بڑوں سے نہیں کر پاتے۔ اس کے علاوہ والدین بھی اپنے بچوں کو بلوغت کے دور میں ان مسائل سے آگاہ بھی نہیں کر سکتے جن کا سامنا وہ جذبات کے مدوجزر میں کرتے ہیں۔ اس قسم کی سماجی ممنوعات سے نوبالغ لڑکے لڑکیاں بہت سی بے اعتدالیوں کا شکار ہو کر طویل عرصے تک نفسیاتی مریض بنے رہتے ہیں اور غیر یقینی اور عدم تحفظ کے سائے میں پرورش پاتے ہیں۔ ان سب حالات میں ایک طرف تو موجودہ دور کا شہوت پرستانہ مواد اور لٹریچر، بچوں کو بے راہ روی کی طرف لے جاتا ہے“۔ (۱۰)

انسانی زندگی کا ابتدائی دور نہ صرف شخصیت سازی بلکہ تہذیبی و اخلاقی شعور کی تشکیل میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے، جہاں فرد اپنے ارد گرد کے ماحول سے اقدار، رویے اور حدود سیکھتا ہے۔ اگر اس مرحلے پر تربیت کا فقدان ہو اور نوجوان ذہن لغویات یا بے راہ روی کی طرف مائل ہو جائے تو اس کے اثرات محض وقتی نہیں بلکہ دیرپا نفسیاتی اضطراب کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہی اضطراب بعد ازاں فرد کے رویوں اور فیصلوں میں عدم توازن پیدا کرتا ہے۔ تاہم اگر محبت اور جذبات کو ایک متوازن اور سماجی طور پر قبول شدہ سمت دی جائے، خصوصاً والدین کی نگرانی اور شمولیت کے ساتھ، تو یہ مثبت تشکیل کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ اس کے برعکس جب خود خاندانی نظام ہی بے راہ روی کا شکار ہو تو تربیت کا عمل معطل ہو جاتا ہے اور یہی خلا فرد کی داخلی ساخت میں بگاڑ پیدا کرتا ہے۔ رولاک میں اسی صورتِ حال کو پدر سری اور ثقافتی جبر کے تناظر میں پیش کیا گیا ہے، جہاں خاندانی عدم توازن اور اخلاقی زوال ایک ایسے ”خاموش بیانیے“ کو جنم دیتا ہے جو فرد کی شخصیت، جنسیت اور سماجی رویوں کو گہرائی سے متاثر کرتا ہے۔۔ ایسی ہی ایک مثال ہمارے سامنے رفاقت حیات کے ناول ”رولاک“ سے سامنے آتی ہے:

> ”میں اپنے لڑکپن میں صغراں اور لالی سے متعارف ہوا تھا۔ ان دونوں سے میرا کوئی جسمانی تعلق نہیں تھا لیکن میری زندگی میں انھوں نے زبردست ہلچل پیدا کی۔ شاید میں ان کے جسموں سے ہمکنار ہونا چاہتا تھا مگر میں نے کسی بھی موقع پر کسی سے اپنی حقیقی خواہشات کا اظہار نہیں کیا تھا بلکہ صغراں کے جسم کو چھونے کے بہت سے مواقع بہم تھے لیکن میں نے کسی سے فائدہ نہیں اٹھایا“۔ (۱۱)

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN(P): 2709-9636 | ISSN(O): 2709-9644
Volume 7, Issue 2, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-4

رولاک میں کم عمری میں جنسی رجحانات کے ابھرنے کو محض فردی انحراف کے طور پر نہیں بلکہ خاندانی ماحول اور والدین کے رویوں سے جوڑ کر دیکھا گیا ہے، جہاں باپ کا طرزِ عمل بچے کے لیے ایک عملی نمونہ بن جاتا ہے۔ اس صورتِ حال میں بچہ تقلید کے عمل کے تحت قبل از وقت ان سرگرمیوں کی طرف مائل ہوتا ہے، جو اس کی عمر اور نفسیاتی نشوونما سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ اسی طرح کرک ناتھ میں ماہین کا کردار اس پہلو کو مزید واضح کرتا ہے کہ جب خاندانی نظام حد سے زیادہ سخت اور جبر آمیز ہو تو اظہار کے فطری راستے مسدود ہو جاتے ہیں، اور یہی گھٹن فرد کو خفیہ اور غیر محفوظ ذرائع جیسے سوشل میڈیا کی طرف دھکیل دیتی ہے۔ نتیجتاً وہ ایسے استحصالی رویوں کا شکار ہو جاتی ہے جہاں محبت، اعتماد اور جنسیت سب ایک جال کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

یہ دونوں مثالیں اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہیں کہ چاہے خاندانی ماحول بے راہ روی کا شکار ہو یا حد سے زیادہ سخت، دونوں صورتوں میں بچے کی داخلی دنیا عدم توازن کا شکار ہو جاتی ہے۔ Michel Foucault کے تصورِ "discourse" کے مطابق یہ حالات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ جنسیت کا اظہار ہمیشہ سماجی طاقت اور ثقافتی ڈھانچوں کے زیرِ اثر ہوتا ہے۔ یوں معاصر اردو ناول میں ایسے کردار ایک "خاموش بیانیہ" تشکیل دیتے ہیں، جہاں غیر متوازن تربیت اور ثقافتی گھٹن مل کر فرد کی شناخت، خواہش اور رویوں کو پیچیدہ اور اکثر المناک سمتوں میں ڈھال دیتے ہیں۔ محمد حفیظ خان کے ناول "کرک ناتھ" کی مرکزی کردار ماہین بھی ایک ایسی ہی مثال ہیں جس کے والد صاحب نمازی پرہیزی تو ہیں مگر مزاج کے بہت سخت انسان ہیں۔ ان کی سخت مزاجی کی وجہ سے ان کی جواں سال بیٹی ان کے سامنے اپنے من کی بات بیان کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتی۔ خفیہ طور پر اپنے من کی بات کہنے کے لیے وہ فیس بک کا سہارا لیتی ہے تو وہاں پر کسی ایسے شخص کے ہتھے چڑھ جاتی ہے جو اپنی محبت کا لالچ دے کر ماہین سے برہنہ ویڈیو تک بنوا کر منگوا لیتا ہے۔ اور پھر انہی ویڈیوز کی بنا پر نوید نامی کردار ماہین کو دھمکیاں دیتا کہ اگر تم مجھے ہوٹل ملنے کے لیے نہ آئی تو میں آپ کی یہ ویڈیو یوٹیوب پر اپلوڈ کر دوں گا:

> "نوید نے ایک اور چال چلی۔ اُس نے سکائپ سے ریکارڈ کیا گیا یک ویڈیو کلپ ماہین کو بھجوادیا کہ جس میں وہ نیم برہنہ حالت میں خود لذتی کے عمل سے گزر رہی تھی۔ نوید کا کہنا تھا کہ یہ تو محض نمونہ ہے۔ اب بھی اگر اس نے ملاقات نہ کی تو وہ اس قسم کی ڈھیروں ریکارڈنگز یوٹیوب پر ڈال دے گا"۔ [۱۲]

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 2, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-4

کرک ناتھ میں ماہین کی کہانی اس بنیادی حقیقت کو نمایاں کرتی ہے کہ جنسیت اپنی فطری حیثیت کے باوجود ایک ثقافتی و خاندانی نظم کی محتاج ہوتی ہے، اور جب یہی نظم کمزور یا جبر آمیز ہو جائے تو اس کے نتائج الم ناک صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر خاندانی ماحول میں اعتماد، مکالمہ اور رہنمائی موجود ہوتی تو ماہین جیسے کردار خفیہ ذرائع کے ذریعے اپنی جذباتی و جسمانی الجھنوں کا اظہار کرنے پر مجبور نہ ہوتے۔ یہاں مسئلہ محض فردی کمزوری نہیں بلکہ اس ثقافتی گھٹن کا ہے جو اظہار کے راستوں کو مسدود کر دیتی ہے، نتیجتاً فرد غیر محفوظ اور استحصالی روابط میں الجھ جاتا ہے۔ یہ صورتِ حال اس بات کی غماز ہے کہ جنسیت کو مکمل طور پر رد نہیں کیا جا سکتا بلکہ اسے ایک متوازن اور ذمہ دارانہ سمت دینا ضروری ہے، جو بنیادی طور پر خاندانی تربیت اور سماجی شعور سے وابستہ ہے۔ Michel Foucault کے مطابق جنسیت کا اظہار ہمیشہ ایک سماجی "discourse" کے تحت ہوتا ہے، جہاں طاقت، پابندیاں اور خاموشی مل کر فرد کی شناخت کو تشکیل دیتے ہیں۔ یوں ماہین کا تجربہ معاصر اردو ناول میں اس "خاموش بیانیے" کی نمائندگی کرتا ہے، جہاں ثقافتی جبر اور عدم مکالمہ فرد کو ایسے راستوں پر لے جاتا ہے جو بالآخر اس کی شناخت، جسم اور وجود تینوں کو متاثر کرتے ہیں۔

گوتم بدھ نے کہا تھا جب انسانی خواہشات حد سے بڑھ جاتی ہیں تو وہی انسان کے لیے روحانی اور جسمانی بیماروں کا سبب بن جاتی ہیں۔ ڈاکٹر محمد حفیظ سید اپنی کتاب "گوتم بدھ سوانح حیات و تعلیمات" میں لکھتے ہیں:

> "دراصل گوتم بدھ نے خدا کا کوئی تصور پیش نہیں کیا، دوسرے الفاظ میں وہ خدا کے وجود کے قائل نہیں بلکہ روحانی قوت کے قائل تھے۔ انہوں نے جو تعلیمات پیش کیں ان کا تعلق زیادہ تر اخلاقیات سے ہے۔ وہ انسان کو خواہشات کے خاتمہ کی تلقین کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب انسان اپنی خواہشات کم کر دے گا تو اس کی روحانی اور جسمانی بیماریاں اور تکالیف خود بہ خود ختم ہو جائیں گی۔"(۱۳)

گوتم بدھ کی اس تعلیم کو پیشِ نظر رکھا جائے کہ انسانی اضطراب کی جڑ بے قابو خواہشات میں مضمر ہے تو معاصر اردو ناول خصوصاً روحزن، رولاک اور کرک ناتھ میں جنسیت، ثقافتی گھٹن اور خاموش بیانیہ کا باہمی تعلق مزید واضح ہو جاتا ہے۔ ان متون میں جنسیت نہ تو محض فطری عمل کے طور پر سامنے آتی ہے اور نہ ہی مکمل انکار کے قابل حقیقت کے طور پر، بلکہ یہ ایک ایسے غیر متوازن ثقافتی نظام میں الجھی ہوئی دکھائی دیتی ہے جہاں یا تو خواہشات کو بے لگام چھوڑ دیا گیا ہے یا حد سے زیادہ دبایا گیا ہے۔ نتیجتاً فرد کی روح داخلی زخموں، اضطراب اور خاموش کشمکش کا

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN(P): 2709-9636 | ISSN(O): 2709-9644
Volume 7, Issue 2, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-4

شکار ہو جاتی ہے۔ یوں یہ ناول اس حقیقت کی نشاندہی کرتے ہیں کہ نہ خواہشات کا مطلق انکار ممکن ہے اور نہ ہی ان کی بے مہار تسکین مفید؛ بلکہ ایک متوازن اخلاقی و ثقافتی شعور ہی وہ راستہ ہے جو انسان کو داخلی سکون اور سماجی توازن کی طرف لے جاسکتا ہے، اور یہی توازن معاصر اردو ناول میں "خاموش بیانیہ" کی معنوی تشکیل کے طور پر سامنے آتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ منصور خوشتر، ڈاکٹر، اردو ناول کی پیش رفت، بک ٹاک، لاہور، ۲۰۱۹ء، ص ۱۱

۲۔ منصور خوشتر، ڈاکٹر، اردو ناول کی پیش رفت، بک ٹاک، لاہور، ۲۰۱۹ء، ص ۲۶

۳۔ رحمن عباس، روحزن، عکس پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۱۷ء ص ۳۴۰

۴۔ ایضاً ص ۲۵

۵۔ ایضاً ص ۹۸

۶۔ رحمن عباس، روحزن، عکس پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۱۷ء ص ۲۲۰

۷۔ محمد امیر، جنس اور زندگی، ادارہ تربیت جنسی، حیدرآباد، ۱۹۴۸ء، ص ۱۲۔۱۳

۸۔ رفاقت حیات، رولاک، القا پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۲۴ء، ص ۵۸

۹۔ محمد حفیظ خان، کرک ناتھ، بک کارنر، ۲۰۲۰ جہلم ء، ص ۱۰۲

۱۰۔ آصف محمود جاہ، ڈاکٹر، بچپن، لڑکپن اور بھولپن، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۱۵ء، ص ۱۵

۱۱۔ رفاقت حیات، رولاک، القا پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۲۴ء، ص ۱۴۸

۱۲۔ محمد حفیظ خان، کرک ناتھ، بک کارنر، جہلم، ۲۰۲۰ء ص ۶۸

۱۳۔ محمد حفیظ سید، ڈاکٹر، گوتم بُدھ سوانح حیات و تعلیمات، بک فورٹ ریسرچ اینڈ پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۲۰ء سرورق